281

اقبال کی جھنگ میں آمد

پروفیسر سمیع اللہ قریشی

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved
© 2002-2006

شیخ اعجاز احمد کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۲۲ء میں دونوں حضرات نے اسی سلسلے میں ایک سفر اکٹھے لائل پور (حال فیصل آباد)، جھنگ کی جانب کیا اور دونوں (یعنی علامہ اقبالؒ اور چودھری ظفر اللہ) ایک ہی مقدمے میں مخالف وکیل بھی تھے"۔

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved
©2002-2006

783

(1)

سفر، قیام اور تعلقات کے حوالے سے حیاتِ اقبال میں برصغیر کے جن شہروں کے نام لیے جا سکتے ہیں ان میں پشاور، کوئٹہ، فورٹ سنڈیمن، کیمبل پور، جہلم، امرتسر، گجرات، لدھیانہ، فیروز پور، شملہ، پٹیالہ، الور، بھوپال، اجمیر، حیدر آباد، دکن، بہاولپور، بنگلور، میسور، کانپور، مدراس، دہلی اور علی گڑھ بہر حال شامل ہیں کیونکہ ان شہروں کا سفر اقبال کے اپنے مکتوبات اور ان کے احباب اور اعزہ کے خطوط، گفتگوؤں، تذکروں، مضامین اور تصنیفات میں ملتا ہے۔ یورپ کے تعلیمی اور سیاسی حیثیتوں میں طے کیے گئے سفر ان سے بالکل الگ ہیں۔ اندرونِ ملک کے سفر بالعموم علمی خطاب، سیاسی راہنمائی اور مقدمات کی پیروی کے سلسلے میں کیے جاتے رہے۔ ہر چند یہ بات طے ہے کہ مزاج کے اعتبار سے اقبال سفر پسند ہرگز نہ تھے تاہم جب کبھی اور جہاں بھی اگر جانا ضروری ہوتا تو وہ اپنی افتادِ طبع کو ایک طرف رکھتے ہوئے وہاں گئے اور سفر کی صعوبتوں کو بہر حال برداشت کیا۔ اگرچہ ان کی پوری زندگی کا مطالعہ یہ بات کھولتا ہے کہ شدید مجبوری کے بغیر انہیں سفر اختیار کرنا پسند نہ تھا۔ سیالکوٹ تک پہنچنا تو خیر ان کی خاندانی مجبوری ہوا کرتی تھی تاہم لاہور کو چھوڑ کر کہیں بھی جانا ان کے لیے ایک مشکل ترین مرحلہ بن جایا کرتا تھا۔ سفر عین جوانی کے دنوں میں بھی ان کے لیے عبث رہا اگرچہ عمر کے درمیانی حصے اور عمر کے آخری دور میں گھر سے باہر نہ جانے کی ہر ممکن کوشش گویا ان کی عادت بن چکی تھی، اس کے باوجود اندرون یا بیرون ملک جتنا کچھ سفر کرنے کا انہیں موقع ملا، اس میں اپنی ذات کے اندر کے سفری تجربات کو ملا کر کے انہوں نے اپنے شعری افکار میں سفر کو زندگی

اور کامیابی کا ایک محرک استعارہ قرار دیا ہے، جب وہ یہ کہتے ہیں کہ:

سفر زندگی کے لیے برگ و بار
سفر ہے حقیقت، حضر ہے مجاز

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی

کیوں تعجب ہے مری صحرا نوردی پر تجھے
یہ تگاپوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل
اے رہینِ خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل
ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
وہ حضر بے برگ و ساماں، وہ سفر بے سنگ و میل[۵]

غالباً ۱۹۰۲ء میں جب اقبال لاہور میں مقیم تھے، انہیں پہلی بار اندرونِ ملک کوئٹہ کے راستے فورٹ سنڈیمان کا سفر اس وقت اختیار کرنا پڑا جب ان کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد بسلسلہ ملازمت وہاں قیام پذیر تھے اور ان کے خلاف ایک ہندو افسر نے بربنائے تعصب ایک مقدمہ قائم کر دیا۔ اس اچانک سفر کا ان کی طبیعت پر بہت بوجھ تھا لیکن بھائی کی محبت غالب آ گئی۔ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد نے کیا خوب لکھا ہے:

> "اس مقدمے کے سلسلے میں چچا جان نے اپنی "زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد" والی عادت کے باوجود لاہور سے فورٹ سنڈیمان (بلوچستان) تک کا دشوار گزار سفر اختیار کیا۔"[۶]

یہ سفر اقبال نے اپنی زندگی کے اس حصے میں اختیار کیا تھا جب وہ درس و تدریس کے پیشے سے منسلک تھے جس میں انہیں نسبتاً فراغت میسر تھی لیکن بعد میں جب ان کی زندگی کے سیاسی، علمی اور قانونی زاویے متعین ہوئے تو پھر تو انہیں ہندوستان کے کئی شہروں تک پہنچنا پڑا۔ تاہم فورٹ سنڈیمان کے سفر اور بھائی کے خلاف مقدمے نے ہی غالباً انہیں وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کی طرف ایک طرح سے رغبت دلائی اور انہوں نے بیرسٹری کی سند حاصل کرنے کے بارے میں بھی سوچا یعنی گواہی ان کی ہمشیرہ

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved © 2002-2006

کی بھی ہے۔ شیخ اعجاز احمد کا بیان ہے کہ:

"ہماری پھوپھی کریم بی بی کی روایت ہے کہ اس مقدمے کے فیصلے کے
بعد چچا جان نے بیرسٹری پاس کر کے وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کا
پختہ فیصلہ کر لیا تھا"۔ ؎۱۳

۱۹۰۸ء میں اقبال نے وکالت کو بطور پیشہ اختیار کیا اور ہائیکورٹ کے علاوہ پنجاب کے مختلف اضلاع میں بھی مقدمات کی پیروی کے لیے تشریف لے جانے لگے۔ حیدر آباد دکن کی عدالت عالیہ میں بطور جج کے ملازمت کی خواہش بھی ان کے دل میں تادیر رہی۔ اس کا پتہ بیگم عطیہ فیضی اور صدر اعظم ریاست حیدر آباد دکن مہاراجہ سرکشن پرشاد کے نام خط و کتابت سے لگتا ہے یہاں تک کہ ۱۹۱۰ء میں یہ خبر عام ہو گئی تھی کہ اقبال حیدر آباد دکن منتقل ہو رہے ہیں لیکن جب اقبال کی حسب خواہش کوئی نتیجہ نہ نکلا تو انہوں نے مہاراجہ کے نام ایک خط لکھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں انہیں مختلف مقدمات کی پیروی کے لیے اضلاع پنجاب میں جانا پڑتا تھا، لکھتے ہیں:

"یہاں پنجاب اور یوپی کے اضلاع میں چرچا ہوا تو دور دور سے
مبارکباد کے تار بھی آ گئے اور اضلاع پنجاب کے اہل مقدمات،
جن کے مقدمات میرے سپرد ہیں ان کو گونہ پریشانی ہوئی"۔ ؎۱۴

خطوط سے پنجاب کے جن ضلعی صدر مقامات تک بغرض پیروی مقدمات اقبال کے وقتاً فوقتاً جاتے رہنے کا علم ہوتا ہے ان میں سیالکوٹ، فیروز پور، کیمبل پور، پٹیالہ، لائل پور اور جھنگ شامل ہیں۔ جھنگ میں علامہ اقبال کے برادر بزرگ شیخ عطا محمد کا بھی ایک بار سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ایک نئی ملازمت کے حصول کی خاطر آنا ہوا تھا۔

موصوف ۱۹۱۲ء میں ملٹری انجینئرنگ کے شعبے سے ریٹائر ہوئے تھے مگر کچھ عرصہ اس کے بعد سیالکوٹ میں اپنے آبائی گھر میں گزارنے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ منتشر کرخاندانی ذمہ داریوں کو بخوبی پورا کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی نئی ملازمت اختیار کر لی جائے۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں انہیں دوبارہ ملازمت کی تلاش ہوئی۔ انہی دنوں ڈسٹرکٹ بورڈ جھنگ کے تحت ڈسٹرکٹ انجینئر کی ایک نئی آسامی خالی ہوئی تھی جس کے لیے شیخ صاحب نے اپنی درخواست بھجوا دی اور انٹرویو کے لیے جھنگ بھی پہنچ گئے لیکن یہاں آ کر انہیں معلوم ہوا کہ کام کی نوعیت ایسی ہے کہ انہیں عموماً ہمہ وقت دورے پر رہنا ہوگا اور وہ، اپنی عمر کے اس حصے میں جب آرام کی ضرورت بڑھ جاتی ہے، کسی جگہ اقامت اختیار نہ کر پائیں

گے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر شیخ عطا محمد واپس لوٹ آئے اور علامہ اقبال کو انہوں نے لاہور اپنے جھنگ جانے اور واپس آنے کی روداد سے مطلع کیا۔ اس پر ان کے نام اپنے ۲۸۔ جنوری ۱۹۲۱ء کے مکتوب میں اقبال نے لکھا:

"برادرِ مکرم! السلام علیکم!

آپ کا خط ملا۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ افسوس ہے کہ آپ کو جھنگ کی ناحق تکلیف ہوئی۔ آپ کو اب اگر ملازمت کا خیال آئے بھی تو سوائے سیالکوٹ کے اور جگہ کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔"[۵۱]

(۲)

شیخ اعجاز احمد کی یادداشتوں میں ایک اشارہ ملتا ہے کہ ۱۹۲۲ء میں ایک دفعہ اقبال نے ایک مقدمہ کی پیروی کے سلسلے میں بذریعہ ریل لائلپور یا جھنگ کا سفر اختیار کیا تاہم انہیں یہ یقین نہیں ہے کہ اس سفر کی منزل کون سا شہر تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"غالباً ۱۹۲۲ء کا واقعہ ہے، چچا جان کے فارسی کلام کا تیسرا مجموعہ پیامِ مشرق جو جرمن شاعر گوئٹے کے جواب میں لکھا گیا، اشاعت کے لیے زیرِ ترتیب تھا، ایک مقدمہ کی پیروی کے سلسلے میں انہیں لائل پور یا شاید جھنگ جانے کا اتفاق ہوا۔ ریل کے سفر میں شیخ عبدالقادر اور چوہدری ظفر اللہ ان کے ہمراہ تھے، وہ بھی اس مقدمہ میں دوسرے فریق کی طرف سے پیروی کے لیے جا رہے تھے۔ چوہدری ظفر اللہ نے مجھے بتایا کہ دورانِ سفر علامہ نے پیامِ مشرق کی پیش کش کے وہ شعر سنائے جس میں علامہ نے اپنا اور گوئٹے کا مقابلہ ع

او کہ بود و من کیَم

کہہ کر کیا ہے۔ وہ اشعار "پیامِ مشرق" میں شامل ہیں ؎

او چمن زادے، چمن پروردۂ

من دمیدم از زمینِ مردۂ

او چو بلبل در چمن فردوس گوش
من بصحرا چوں جرس گرمِ خروش
ہر دو دانائے ضمیرِ کائنات
ہر دو پیغامِ حیات اندر ممات
ہر دو خنجر صبح خند، آئینہ فام
او برہنہ، من ہنوز اندر نیام
ہر دو گوہر ارجمند و تابدار
زادۂ دریائے ناپیدا کنار
او ز شوخی در تہِ قلزم تپید
تا گریبانِ صدف را بر درید
من بآغوشِ صدف تابم ہنوز
در ضمیرِ بحرِ نایابم ہنوز
از ہنر سرمایہ دارم کردہ اند
در دیارِ ہند خوارم کردہ اند

ان اشعار کے علاوہ ایک شعر اور بھی تھا جو پیامِ مشرق میں شامل نہیں ہوا، یعنی ؎

او ز مجبوریٔ عزیزِ کشورے
من چو یوسف بندۂ سوداگرے

دو ایک شعر غلامی کی مذمت میں بھی تھے جن میں سے چوہدری صاحب کو صرف یہ شعر یاد رہ گیا ؎

از غلامی ضعفِ پیری در بدن
از غلامی روح گردد بارِ تن!

چوہدری صاحب نے فرمایا کہ ان اشعار سے وہ اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے علامہ کی خدمت میں اُن کا شاگرد ہونے کے ناطے، استدعا کی کہ پیامِ مشرق کی اشاعتِ اوّل کے لیے کاغذ پیش کرنے کی سعادت انہیں عطا کی جائے۔ علامہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

"تم جاٹوں کو میری شاعری سے کچھ مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ اسرارِ خودی کے پہلے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ایڈیشن کے لیے کاغذ شہاب الدین نے پیش کیا تھا اب پیامِ مشرق کے پہلے ایڈیشن کے لیے کاغذ تم پیش کر رہے ہو۔"[۳۵]

چوہدری محمد ظفر اللہ کی اپنی یادداشتوں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ گورنمنٹ کالج میں بھی اقبال کے شاگرد رہے اور وکالت میں بطور جونیئر کے ان سے سیکھنے کا موقع ملا۔ فروری ۱۹۸۲ء کے لاہور کے ایک انگریزی اخبار میں دیے گئے اپنے ایک انٹرویو میں چوہدری ظفر اللہ نے اقبال کے حوالے سے کہا تھا:

"وہ بار ایٹ لاء تھے اور لاہور میں قانون کی پریکٹس بھی کرتے تھے۔ انہیں انڈین ایجوکیشن سروس میں شمولیت کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں قانون کی پریکٹس نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ ان کی پریکٹس اور پروفیسری ساتھ ساتھ جاری رہیں۔ وہ اپنے مضمون فلاسفی کے علاوہ انگریزی بھی پڑھاتے تھے۔ چنانچہ میں انگریزی کی کلاس میں دو سال تک ان سے پڑھتا رہا۔ پھر جب میں نے بار ایٹ لاء کیا تو پھر عدالتوں میں کبھی ان کے جونیئر کے طور پر اور کبھی ان کے مخالف پیش ہونے کا موقع ملتا رہا۔"

(ترجمہ)

چوہدری ظفر اللہ کہتے ہیں کہ مجھے اقبال کے مخالف وکیل کے طور پر عدالتوں میں پیش ہونے کا موقع ملتا رہا۔

شیخ اعجاز احمد کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۲۲ء میں دونوں حضرات نے اسی سلسلے میں ایک سفر اکٹھے لائلپور یا جھنگ کی جانب کیا اور دونوں ایک ہی مقدمے میں مخالف وکیل بھی تھے۔ اب ڈاکٹر معین الرحمن سابق صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد، حال گورنمنٹ کالج لاہور کی تحقیق کے مطابق (بحوالہ گفتگو پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید شعبہ اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد):

"اقبال کبھی لائلپور نہیں آئے۔"

تو پھر لازماً یہ سفر جھنگ کی طرف تھا اور شاید یہ سفر ۱۹۲۲ء کے بجائے ۱۹۲۴ء میں اختیار کیا گیا ہو۔ اغلباً یہ وہی زمانہ ہے جب سر شیخ عبدالقادر جھنگ میں سرکاری ملازم تھے اور یہاں انجمن خادم المسلمین کے جلسوں میں شرکت بھی کیا کرتے تھے اور عین ممکن ہے کہ اس انجمن کے اراکین کی اقبال سے ایک ملاقات

کی صورت بھی پیدا کی گئی ہو۔

اپنے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے نام اپنے خط میں ایک مقدمے کی پیروی کے سلسلے میں اپنے جھنگ جانے کا ذکر بھی انہوں نے اسی زمانے میں کیا ہے۔ یہ خط لاہور سے ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو لکھا گیا ہے:

"میں آج شام جھنگ جانے والا تھا مگر ڈارلنگ صاحب جنہوں نے اعجاز کو مقرر کیا تھا، ولایت جانے والے ہیں۔ ان کی بیوی کا خط آج مجھے آیا کہ اتوار کی شام کو کھانا ان کے ہاں کھاؤں۔ اس واسطے تار دیکر تاریخ مقدمہ بدلوائی ہے۔ اب ۲۹۔ اکتوبر کی شام کو جاؤں گا۔"

جس زمانے میں یہ خط لکھا گیا ہے، یہ وہی ایام ہیں جب اقبال کی دونوں بیگمات امید سے تھیں اور زچگی کے سلسلے میں محترمہ مختار بیگم اپنے میکے لدھیانے اور محترمہ سردار بیگم اپنے سسرال سیالکوٹ تشریف لے جا چکی تھیں۔ اقبال طبعی طور پر ہر دو کی طرف سے مشوش تھے۔ ۵۔ اکتوبر کو سیالکوٹ میں جناب جاوید اقبال کی ولادت ہوئی مگر ۲۱۔ اکتوبر کو لدھیانہ میں اقبال کی دوسری بیگم محترمہ مختار بیگم کی عالمِ زچگی میں وفات ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ اس حادثۂ فاجعہ کے بعد اقبال کی جملہ پیشہ وارانہ مصروفیتیں منسوخ ہو گئیں۔ چنانچہ ۲۵۔ اکتوبر تک آپ قُلوں کی ادائیگی کے لیے لدھیانہ ہی میں مقیم رہے اور پھر اسی تاریخ کو لاہور واپس آ گئے۔ یہاں سے ۲۷۔ اکتوبر کو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنی تعزیتی مصروفیتوں سے آگاہ کیا تھا۔ غالباً لدھیانہ ہی میں انہوں نے اپنی مرحوم بیوی کی تاریخ وفات کہی تھی جس کا ایک مصرع تھا

دلِ من در فراقِ او ہمہ درد

اس بات کا امکان ہے کہ چند دنوں کے وقفے سے آپ مقدمہ مذکورۃ الذکر کی پیروی کے لیے جھنگ تشریف لائے ہوں اور صدمے کے باعث یہاں جھنگ میں مقامی احباب سے عام ملاقاتیں نہ کر سکے ہوں۔

(۳)

شیخ اعجاز احمد جن کی تعلیم و تربیت میں علامہ اقبال کا بہت دخل رہا، علامہ کے بھتیجے اور شیخ عطا محمد کے بیٹے ہیں۔ جھنگ سے ملازمت کا ایک رشتہ ان کا بھی رہا۔ وہ یہاں اپنی ملازمت کے

ابتدائی سالوں میں بطور سب جج تعینات رہے۔ ان کا کہنا ہے کہ:

"جھنگ میں میری تعیناتی مئی ۱۹۲۸ء میں ہوئی اور میرا قیام وہاں جنوری ۱۹۲۰ء تک رہا۔ اس دوران میں علامہ کبھی جھنگ تشریف نہیں لائے۔ اس سے پہلے یا بعد ممکن ہے کسی مقدمے کی پیروی کے سلسلے میں جھنگ گئے ہوں لیکن میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔"

اقبال جھنگ آئے اور کم از کم دو بار آئے اور یہ بات طے ہے کہ دونوں باران کا سفر صرف اور صرف مقدمات کی پیروی اور احباب سے ملاقات کے سلسلے ہی میں تھا لیکن چونکہ اسے زمانہ گذر چکا ہے اور آج اس شہر میں بہت کم ایسے اصحاب موجود ہیں جنہیں اس شہر میں ان کی آمد یاد ہو اس لیے اقبال کی جھنگ میں آمد کی تاریخوں کا تعین کرنا بے حد مشکل ہے۔

اس علاقے کے کم از کم تین بزرگ ایسے گزرے ہیں جن کی خاندانی روایات اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ان بزرگوں کے علامہ اقبال سے علمی، سیاسی اور تعلیمی مصاحبت کے رشتے اور واسطے تھے، یہ تھے:

شیخ محمد امین بیرسٹر ایٹ لاء

میاں محمد یوسف شاہ قریشی ایم ای ڈی سی (ریٹائرڈ) بیرسٹر

اور سید صاحب علی شاہ سحر

شیخ محمد امین جھنگ اور چنیوٹ کی شیخ ملکوں برادری کے رکن تھے۔ وہ اس علاقے کے پہلے مسلمان بیرسٹر تھے اور جھنگ میں ۱۹۰۸ء میں قائم ہونے والی انجمن خادم المسلمین کے بانی ارکان میں سے تھے۔ پنجاب کے اس حصے میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے انہوں نے بہت قابل قدر خدمات انجام دیں، اور سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ ۱۹۳۶ء میں صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے کونسلر بھی رہے اور آزاد ہند فوج کے جوانوں کے خلاف انگریز حکومت نے مقدمات کی سماعت کے لیے جو ٹربیونل مقرر کیا تھا، قائد اعظمؒ کے ارشاد پر مسلم لیگ کی طرف سے اس میں وہی ان کی پیروی کرتے رہے۔ شیخ محمد امین ۱۹۴۶ء میں جھنگ، ملتان، منٹگمری اور لائلپور کی شہری نشست پر مسلم لیگ کے نامزد امیدوار کی حیثیت سے مجلس احرار کے امیدوار مظہر نواز خان کو شکست دے کر کامیاب ہوئے تھے۔ آپ ۱۹۴۸ء میں فوت ہو گئے۔ جھنگ میں ان کے قریبی عزیز

محترم شیخ عبدالمجید ایڈووکیٹ مرحوم ۱۹۲۵ء سے وکالت کے پیشہ سے وابستہ رہے جن کے والد محترم شیخ الٰہی بخش چنیوٹ کی گموں برادری سے رکن تھے اور جھنگ کے پہلے شخص تھے جنہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے بی اے کیا اور وکالت کا امتحان پاس کر کے جھنگ میں پریکٹس شروع کی۔ انجمن خادم المسلمین کی بنیاد رکھی اور ۱۹۰۷ء میں اسلامیہ ہائی سکول جھنگ کا اجراء کیا۔ وہ جیتے جی اس قومی فلاحی انجمن کے صدر رہے۔ شیخ عبدالمجید گموں نے ۱۹۲۲ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا اور چند برس بعد جھنگ منتقل ہو گئے۔ وہ تا وفات ۱۹۸۸ء انجمن خادم المسلمین کے صدر رہے۔ تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ رہ کر خدمات انجام دیں۔ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"جہاں تک مجھے یاد ہے، علامہ اقبال مرحوم ۱۹۲۵ء سے کافی عرصہ قبل یہاں تشریف لائے اور یہ بات مجھے خان صاحب شیخ محمد امین بیرسٹر مرحوم نے جو میرے پھوپھی زاد بھائی تھے، بتائی تھی کہ ایک مقدمہ کی پیروی کے لیے انہوں نے علامہ مرحوم کو مدعو کیا تھا اور علامہ جھنگ تشریف لائے تھے۔ آپ شیخ محمد امین بیرسٹر مرحوم کے دوست تھے اور یہ کہ علامہ نے اسی آمد کے موقع پر انجمن خادم المسلمین کے ایک اجلاس کو خطاب بھی فرمایا تھا۔"

شیخ عبدالمجید ایڈووکیٹ نے مرحوم شیخ محمد امین بیرسٹر کی زبانی جھنگ میں اقبال کی جس آمد کو روایت کیا ہے، یہ اگر ۱۹۲۵ء سے پہلے کی بات ہے تو جیسا کہ محترم شیخ اعجاز احمد نے اپنے خط میں تحریر کیا ہے، یہ ۱۹۲۸ء سے بھی بہت پہلے کی بات ہونی چاہیے۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ عرصہ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۷ء تک کا درمیانی عرصہ ہے یا پھر ۱۹۳۰ء کے کوئی ایام ہیں۔ محترم شیخ عبدالمجید کی روایت کا یہ حصہ بھی محلِ نظر ٹھہرتا ہے کہ آپ نے انجمن خادم المسلمین کے کسی اجلاس سے خطاب فرمایا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ خطاب ارکانِ انجمن کے ساتھ ایک اتفاقیہ ملاقات اور نجی گفتگو کی حیثیت رکھتا ہو۔

محترم محمد شیر افضل جعفری کے ایک مکتوب سے بھی علامہ اقبال کی جھنگ میں آمد کا پتہ چلتا ہے وہ لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال ایک مقدمے کی پیروی کے لیے جھنگ تشریف لائے تھے (سن معلوم نہیں)، صاحبِ ضلع کی عدالت میں پیش ہوئے، بحث میں بھرپور حصہ لیا لیکن بازی نہ جیت سکے۔ ان کے مدِمقابل ادھر کے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved

مشہور ایڈووکیٹ شیخ عبدالرحیم مرحوم تھے۔ خان بہادر شیخ محمد یوسف شاہ بیرسٹر نے اپنے موکلا کو آمادہ کیا کہ وہ کیس کی پیروی کے لیے آفتابِ مشرق کی توجہات حاصل کرے۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح امامِ فلسفہ سے مستفیض ہونے کا سنہری موقع مل جائے گا لیکن جب شیخ صاحب مرحوم (شیخ محمد یوسف شاہ قریشی بیرسٹر) نے حکیم الامت کے اعزاز میں شایانِ شان تقریب کا انتظام کرنا چاہا تو ترجمانِ حقیقت نے موصوف مغفور کی تجویز سے اتفاق نہ کیا اور فرمایا کہ وہ فنکشن میں شامل ہونے پر ان کے کتب خانہ سے ملنے والی کتب کے مطالعے کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ اس غرض کے لیے پیغمبرِ بہار نے یہاں دو دن اور ایک رات قیام فرمایا اور کسی کو بہت کم خبر ہو سکی۔ یہ بات میں نے شیخ محمد یوسف قریشی اور شیخ عبدالرحیم مغفورین کی زبانی سنی تھی۔[۱۵]

۱۹۲۴ء میں ادیب شہر جناب کسریٰ منہاس جھنگ سے شائع ہونے والے اخبار "عروج" کے ایڈیٹر تھے۔ وہ کہتے ہیں:

"میں ۱۹۲۴ء میں جھنگ میں تھا۔ یہاں سے ایک اخبار عروج چھپتا تھا، اس کے ایڈیٹر شیخ محمد اسمٰعیل (پانی پتی) مرحوم تھے۔ وہ رخصت پر گئے تو ان کی جگہ مجید امجد اس اخبار کے ایڈیٹر ہوئے۔ جب شیخ اسمٰعیل ملازمت چھوڑ کر چلے گئے تو پھر مجید امجد ہی اس کے مستقل مدیر مقرر ہوئے۔"

"میرے زمانے میں حضرت اقبال یہاں تشریف نہیں لائے تھے۔ البتہ میں نے سنا تھا کہ وہ کسی مقدمہ کے سلسلے میں آئے تھے اور بحث کے دوران میں اقبال نے کوئی ایسی بات کہی جس کا حوالہ قانونی طور پر صحیح نہیں تھا تو بالمقابل وکیل نے کہا کہ:

"یہ قانونِ تعزیرات میں تو نہیں ہے البتہ شاعری کے کوڈ میں شاید ہو۔" اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں سنا۔ وکیل کا نام نہیں جانتا۔"[۱۶]

مگھیانہ شہر کے مگھیانہ سیال زمیندار مہر سلطان محمود مگھیانہ نے ۱۹۲۰ء میں گورنمنٹ کالج جھنگ سے

انٹرمیڈیٹ کیا تھا۔ وہ ستمبر ۱۹۰۵ء میں یہیں پیدا ہوئے اور حیات ہیں۔ اپنی ایک یادداشت بیان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا:

> '۱۹۲۰ء کی بات ہے جب اقبال یہاں پہ آئے تھے۔ پوری طرح یاد نہیں، شاید گرمیوں کا موسم تھا اور ۹ یا ۱۰ بجے کے قریب وہ ڈپٹی کمشنر کے پاس سکروٹنی کے لیے ایک مسلمان زمیندار کا کیس لڑنے آئے تھے۔ میں بھی یہ جاننے کے لیے کہ کون شخص کامیاب ہوتا ہے، عدالت میں گیا۔ مجھے پہلے یہ پتہ نہیں تھا کہ اقبال صاحب جھنگ آ رہے ہیں۔ ویسے ہمارے علاقے میں اس زمانے میں وہ اتنے مشہور نہیں تھے جتنے اب ہیں لیکن چونکہ میں نے ان کی کتاب بانگِ درا پڑھی ہوئی تھی اس لیے میں نے ان کو غور سے دیکھا وہ ٹھنڈے کالے کوٹ میں ملبوس تھے اور سفید پینٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کے بازوؤں پہ شاید چمڑے یا کپڑے کا پیوند لگا ہوا تھا جس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بہت امیر نہیں ہیں۔ اقبال صاحب قد کاٹھ کے لحاظ سے اچھے لگ رہے تھے، میں نے اس زمانے میں کالج جانا چھوڑا تھا۔'[۱۱]

جھنگ میں ۱۹۲۰ء میں اقبال جس زمیندار کے مقدمۂ انتخاب کی پیروی کے سلسلے میں تشریف لائے ان کے نام کا علم بھی ایک شہادت سے ہو جاتا ہے۔ محترم مہر ممتاز حسین بھروانہ بی۔ اے ایل ایل بی، ایل ایل ایم لندن لکھتے ہیں:

> "۱۹۲۹ء یا ۱۹۳۰ء میں الیکشن ہونا تھے جس کے لیے میجر مبارک شاہ، (جو اس وقت میجر نہ تھے، سید مبارک علی شاہ کہلاتے تھے)، مہر نور اکبر مہر ذوالفقار بھروانہ اور مہر ولی محمد بھروانہ نے اپنے اپنے کاغذاتِ نامزدگی داخل کرائے جن میں مہر نور اکبر مذکور کی عمر ۲۱ سال سے کم تھی اور مہر شمس الحق کو کسی مقدمے میں عدالت کی طرف سے مبلغ ۵۰ روپے جرمانہ ہوئے تھے تو مہر شمس الحق بھروانہ مذکور نے اپنی طرف سے علامہ محمد اقبال کو بحیثیت وکیل اپنے کاغذاتِ نامزدگی دینے کے لیے اپنا وکیل بنایا۔ جناب علامہ لاہور سے جھنگ تشریف لائے اور شیخ محمد یوسف قریشی

بار ایٹ لاء کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ مجھے یہ بھی اپنے والدِ محترم کی زبانی کہنا یاد ہے کہ علامہ صاحب نے جو کوٹ زیب تن کر رکھا تھا اس کی آستینوں پر چیڑا لگا ہوا تھا۔ اس وقت علامہ صاحب جھنگ کے عوام بالخصوص دیہاتی عوام میں بہت مقبول نہ تھے تاہم لوگوں نے انہیں ان کی جھنگ آمد پر حیرت سے دیکھا۔ صوبائی اسمبلی کے ممبران جو اسوقت ایم ایل اے کہلاتے تھے ان کے لیے درخواستیں دینا مطلوب تھا۔"[۱۱]

۱۹۳۰ء میں الیکشن کے مقدمے میں مہر شمس الحق بھروانہ کے کاغذات نامزدگی داخل کرانے کے سلسلے میں اقبال جھنگ ضرور تشریف لائے تھے، یہاں وہ بیرسٹر یوسف شاہ قریشی کے ہاں ٹھہرے۔ شیخ عبدالرحیم وکیل ان کے مدمقابل تھے اور یہ مقدمہ علامہ ہار گئے تھے۔

چوہدری ظفر اللہ خان کی گواہی سے یہ بھی علم ہوا کہ دورانِ سفر صاحبِ علم ہم سفروں کے ساتھ اقبال شعر خوانی میں کچھ ہرج نہ جانتے تھے اور سفر کو پُر لطف بنا لیا کرتے تھے۔

یہ بات طے ہوئی کہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں غالباً ۱۹۲۴ء میں اگر اقبال اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے اپنے خط میں درج شدہ پروگرام کے مطابق جھنگ نہ آسکے تو چوتھے دہاکے کے آغاز میں ۱۹۳۰ء کے وسط میں یہاں ضرور تشریف لائے۔ میاں یوسف قریشی بار ایٹ لاء یہاں ان کے دوستوں میں سے تھے۔ یہ جھنگ کے نواحی قصبہ حویلی بہادر شاہ کے سربرآوردہ تعلیم یافتہ زمینداروں میں سے تھے اور جینئے جی ایک مدبر، بردبار، خوش مزاج، صاحبِ ذوق اور ذہین ضلعی رہنما شمار کیے جاتے رہے۔ عوام ان کا تذکرہ آج بھی بہت عزت و احترام سے کرتے ہیں۔ آپ ایک کامیاب وکیل اور سیاستدان شمار ہوئے جن کا ادبی اور علمی ذوق بہت نفیس اور عمدہ تھا۔ صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین کے ساتھ لیڈز یونیورسٹی میں ہم درس رہے۔ علامہ اقبال کی طرح ان سے بھی آپ کا رشتۂ مؤاخات استوار تھا۔ ۱۹۶۲ء میں وفات پائی اور اس امر میں سب کا اتفاق ہے کہ اقبال کا جب بھی جھنگ میں آنا ہوا، ان کا قیام آپ ہی کے ہاں ہوا۔

انجمن خادم المسلمین جھنگ صدر کا پرانا ریکارڈ کارروائی جات محفوظ نہیں جس سے یہ علم ہو سکے کہ کسی زمانے میں واقعی اقبال نے انجمن کے کسی اجلاس سے خطاب فرمایا تھا اور اس میں آپ کے ارشادات کیا تھے؟

محترم نیر افضل جعفری جھنگ کی مشہور و معروف شخصیت ہیں جنہوں نے غزل میں ایک منفرد اسلوب

کی طرح ڈالی۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کی ملازمت سے بطور افسر لازمی تعلیم ریٹائر ہوئے۔ جھنگ میں قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ کے گنے چنے کارکنوں میں سے ایک تھے۔ سرکاری ملازمت کے باوجود آپ نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں بھرپور عملی حصہ لیا۔ آپ نے اپنے مکتوب میں جن مرحوم شیخ عبدالرحیم ایڈووکیٹ کا ذکر کیا ہے، وہ واقعی اس علاقے کی نابغۂ روزگار شخصیتوں میں سے ایک تھے اور چنیوٹ کی مگوں شیخ برادری کے فرد تھے۔ مرحوم، جناب مظہر رفیع چیئرمین کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی اسلام آباد کے حقیقی نانا تھے۔ آپ نے ۱۹۱۴ء میں علی گڑھ سے بی اے ایل ایل بی کیا۔ ۱۸ برس جھنگ میں ۱۹۲۰ء تک وکالت کرتے رہے۔ یہاں چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ اور انجمن خادم المسلمین کے اعزازی سیکرٹری بھی رہے۔ علی گڑھ کے زمانۂ طالب علمی میں یونین کے عہدے دار اور انگریزی اور اردو کے منجھے ہوئے مقرر مانے جاتے تھے۔ سرکاری ملازمت سے بطور سرکاری وکیل ۱۹۴۲ء میں ریٹائر ہونے کے بعد محکمۂ پولیس میں مشیر قانون اور پبلک پراسیکیوٹر مقرر ہوئے۔ علاقے میں ان کے طرز کلام اور ان کی تقریر کے منفرد انداز کو لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں۔ چند کتب کے مصنف بھی تھے۔ آپ ۱۹۷۳ء میں فوت ہوئے۔ محترم شیر افضل جعفری کی روایت کے مطابق انہی کے بالمقابل اقبال اپنا مقدمہ ہار گئے تھے۔

(۳)

جہاں تک جھنگ کے لیے اقبال کے دوسرے سفر کا تعلق ہے تو یہ بھی چوتھی دہائی کے اواخر کی بات ہے تاہم اس کی بھی کسی مسلّمہ تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔

بلال زبیری مرحوم لکھتے ہیں:

> پیر صاحب علی سحر چک بکھر تحصیل جھنگ کے گیلانی سادات کے عالم فاضل بزرگ تھے۔ موصوف شاعری کا صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ وہ شاعرِ مشرق علامہ اقبال مرحوم کے بے تکلف دوست تھے۔ انہی کی وجہ سے علامہ اقبال ۱۹۳۲ء اور ۱۹۲۸ء میں دو مرتبہ جھنگ تشریف لائے۔ موصوف کے پاس علامہ اقبال، حسرت موہانی، مولانا محمد علی جوہر مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا حسین احمد مدنی اور قائداعظم محمد علی جناح کے غیر مطبوعہ خطوط کا ذخیرہ تھا۔ موصوف کی

> ان اکابرین سے خط و کتابت تھی۔ افسوس کہ ان کی وفات کے بعد
> خط و کتابت کا یہ علمی ذخیرہ ضائع ہو گیا۔[۴۱]

سید صاحب شاہ سحر واقعی میں جھنگ کی ایک نادرِ روزگار شخصیت تھے جو ۹۳ برس کی عمر میں اس صدی کی ساتویں دہائی کے آخر میں لاولد فوت ہوئے۔ وفات کے بعد ان کے جملہ علمی کاغذات، تحریریں اور ذخیرۂ خطوط گم ہو کر رہ گئے۔ آپ حجرہ شاہ مقیم کے سادات کی اولاد میں سے تھے جن کی ایک شاخ حویلی بہادر شاہ جھنگ میں مقیم ہے۔ اسی خاندان کے ایک ذہین فرد حضرت احسان دانش کے ذاتی دوست اور شاگرد سید مظفر علی ظفر جن کی غزلیات کا مجموعہ ظفر موج کے نام سے شائع ہو چکا ہے، ۱۹۸۰ء میں فوت ہوئے۔ یہ بات خود انھوں نے مجھے بتائی تھی کہ ہمارے چچا سید صاحب علی شاہ سحر کی علامہ اقبال سے باقاعدہ خط و کتابت تھی اور علامہ کے چند خطوط شاہ صاحب کے ذاتی صندوقچے میں محفوظ تھے مگر وفات کے فوراً بعد یہ صندوقچہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

بلال زبیری مرحوم نے ایک گفتگو میں کہا تھا کہ انھوں نے سید صاحب سے ملاقات کے دوران، علامہ کے ان کے نام لکھے گئے ۲۲ خطوط بچشم خود دیکھے اور مطالعہ کیے جو سب علامہ اقبال کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ علمی اور شعری خیال آرائیوں اور نکتہ سنجیوں کے ساتھ ہی ساتھ ان میں بہت سی پُرلطف نجی باتوں کا بھی ذکر تھا۔ شاہ صاحب یہ خطوط کسی طور اپنے سے جدا کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے، نیز عکسی نقول حاصل کرنے کا بندوبست اس زمانے میں یہاں نہ تھا۔

مرحوم بلال زبیری کو اقبال کے ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۸ء میں لاہور سے جھنگ آنے کے بارے میں مزدور کوئی بھول ہوئی ہے۔ اقبال کے ۱۹۳۸ء میں جھنگ کا سفر اختیار کرنے کا ان کی طویل بیماری اور موتیا کے نزول کے باعث سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی ۱۹۳۲ء کے لیے ہمارے پاس کوئی شہادت موجود ہے البتہ ۱۹۲۶ء میں علامہ اقبال کے جھنگ آنے کی ایک شہادت جھنگ کی مشہور سیاسی شخصیت محترم شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ کے مکتوب سے ملتی ہے۔ موصوف چنیوٹ کے گھوں خاندان کے فرد ہیں اور ۱۹۲۵ء میں آپ جھنگ میں وکالت کے پیشے سے منسلک ہوئے۔ پرانے مسلم لیگی ہیں، قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو کر سیاست کا آغاز کیا۔ ضلعی مسلم لیگ کے صدر رہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے کونسلر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے جلسہ قرارداد پاکستان میں بطور رکن لاہور پہنچے۔ ۱۹۴۶ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن اور پارلیمنٹری سیکرٹری بنے۔ بڑے وسیع مطالعہ اور قانونی و سیاسی فراست کے مالک ہیں۔ ایک نیم سوانحی اور یادداشتوں پر مشتمل کتاب

''مشکلاتِ لاالہٰ'' کے مصنف ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں جناب میاں نواز شریف وزیرِ اعلیٰ پنجاب نے آپ کو ایک تقریب میں بطور پرانے مسلم لیگی کے سونے کا تمغہ عطا فرمایا۔

اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''علامہ اقبال مارچ ۱۹۲۶ء میں جھنگ تشریف لائے۔ اس وقت امین الدین ڈپٹی کمشنر تھے۔ دورہ ایک عدالتی کام کی وجہ سے تھا۔ آپ نے جناب محمد یوسف شاہ قریشی کی کوٹھی پر قیام فرمایا۔ ان دنوں تعلیم یافتہ طبقے میں آپ خاصے مقبول تھے۔ میں اسی سال وکالت کا امتحان پاس کر کے جھنگ اپنے پیشے کی تیاریوں میں تھا۔ اگرچہ اقبال آشنا لوگوں کی جھنگ کے عوام میں کمی تھی تاہم بہت سے صاحبِ ذوق اور طالب علم ان کی خدمت میں پہنچے''۔[۴]

سید اعجاز علی شاہ، سید صاحب علی شاہ سحرؔ جو ان کے رشتے میں بھتیجے ہیں، قیامِ پاکستان سے قبل اپنے وطن حویلی بہادر شاہ کے سکول میں ہیڈ ماسٹر تعینات تھے۔ تعلیمی اداروں کے قومیائے جانے کے بعد آپ نے مختلف حیثیتوں میں محکمہ تعلیم کی خدمت کی اور بطور ضلعی افسر تعلیم جھنگ سے ریٹائر ہوئے۔ مرحوم پروفیسر نور کرامت کی پرنسپلی کے ایام میں آپ کالج کے طالب علم اور ان کے چہیتے تھے اپنے علمی اور تعلیمی ذہن کے باعث علاقے کی بہت سی اہم معلومات ان کے پاس محفوظ ہیں۔ آپ سے مرحوم بیرسٹر یوسف شاہ قریشی عمر میں بڑا ہونے کے باوجود دوستانہ اور مربیانہ تعلق رکھتے تھے، ہم وطنی کے باعث آپس میں محبت کا ایک سلسلہ دراز تھا۔ ایک طویل گفتگو میں انہوں نے فرمایا:

''مرحوم محمد یوسف شاہ قریشی لندن سے بیرسٹری اور لیڈز سے ایم اے کی ڈگریاں حاصل کر کے وطن واپس آئے اور یہ اس صدی کی دوسری یا تیسری دہائی کی بات ہے۔ صاحبِ علم بزرگ تھے۔ ان کا مزاج تصوف کی طرف مائل اور رنگِ طبع عالمانہ تھا۔ انہوں نے گریجویشن ایف سی کالج لاہور سے کیا تھا۔ سید صاحب علی شاہ سحرؔ بالعموم ہمراہ جھنگ سے اپنی علمی اور شعری گفتگوؤں اور نشستوں کے لیے یکوں اور بسوں پر سفر کر کے چیچہ وطنی کے ریلوے سٹیشن سے گاڑی پر لاہور تشریف لے جایا کرتے تھے جہاں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع اور پروفیسر

ظفر اقبال سے اورینٹل کالج میں ان کے خصوصی روابط تھے۔ حویلی بہادر شاہ سے آپ شاہ محمد یوسف کے لیے ان کے گھر سے دی ہوئی پنجیری اور حلوہ وغیرہ لے جاتے تھے اور خیریت طلبی بھی ہو جاتی۔ یہیں انھوں نے بھاٹی دروازہ کی رہائش گاہ میں یوسف شاہ کا علامہ سے تعارف کرایا۔ چنانچہ یوسف شاہ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد جب علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہو کر یورپ میں حاصل کردہ اپنی تعلیمی اسناد کا ذکر کیا تو علامہ بہت خوش ہوئے۔ اسی زمانے میں امیرِ افغانستان نے علامہ سے اپنے بچوں کے لیے کسی لائق اتالیق کو کابل بھجوانے کے بارے میں کہہ رکھا تھا۔ علامہ نے یوسف شاہ سے کہا کہ وہ اتالیق کی حیثیت سے کابل چلے جائیں۔ میاں یوسف شاہ نے اپنے والدین سے ذکر کیا۔ اس زمانے میں جھنگ کی سیاست پر شیخ محمد امین بیرسٹر کافی عرصے سے چھائے ہوئے تھے اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے وائس چیئرمین چلے آ رہے تھے۔ چونکہ وہ ایک لائق وکیل، وجیہہ انسان اور منجھے ہوئے سیاستدان ہونے کے علاوہ زمیندار بھی تھے، سو علاقے کے زمینداروں کا ایک وفد میاں یوسف شاہ کے پاس پہنچا اور انھیں کہا کہ ان کی قابلیت اور تعلیم کی ضرورت اب ان کے اپنے علاقے کو ہے اس لیے انھیں کسی صورت میں بھی افغانستان نہیں جانا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے علامہ سے معذرت کر لی۔ محمد یوسف شاہ صاحب نے مجھے خود بتایا تھا کہ دراصل علامہ مجھے امیرِ افغانستان کے بچوں کا اتالیق بننے پر رضامند کرنے کے لیے خود جھنگ آئے تھے۔ انھوں نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ مجھے امیرِ افغانستان کے نام انگریزی زبان میں ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک تعارفی چٹھی دی۔ انھوں نے مجھے پنجابی میں کہا تھا:

"یوسف شاہ: توں سیاست دی دلدل وچ نہ لتھ۔ ایہہ تیرا میدان نئیں۔ جھنگ دے جیہڑے زمیندار تینوں سیاستدان بنانا چاہندے

نیں۔ ادہ برادرانِ یوسف نیں جہیڑے تینوں کھوہ وچ سٹ دیون
گے ردیکھہ یوسف! میں تینوں ایس کھوہ وچوں کڈھن آیاں؟"

یوسف شاہ کہتے ہیں میں نے مذاق میں جواب دیا:

"اچھا علامہ صاحب! پھیر تسیں مینوں ایس کھوہ وچوں کڈھ کے
اگانہہ نہ ویچ دے جاؤ۔"

اس پر علامہ دیر تک ہنستے رہے۔ پھر میاں یوسف شاہ قریشی نے شیخ محمد امین بیرسٹر کے خلاف الیکشن لڑا اور جیت گئے۔ شیخ محمد امین اس کے بعد لاہور منتقل ہو گئے اور وہاں ایک کامیاب وکیل کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ محمد یوسف شاہ قریشی کے بیٹے محمد اقبال شاہ اسی شب پیدا ہوئے تھے جس روز علامہ اقبال کی وفات ہوئی۔ میاں صاحب نے اپنے بیٹے کا نام اسی رعایت اور علامہ سے محبت اور تعلق کی بنیاد پر محمد اقبال رکھا۔ اپنے اسی قیام کے دوران علامہ اقبال میاں یوسف شاہ کے ہمراہ جھنگ سے کچھ اپنے دوست سید صاحب علی شاہ سحر کے ہاں بھی ملاقات کے لیے گئے۔ یہ گاؤں جھنگ، فیصل آباد اور جھنگ، چنیوٹ کی سڑکوں کے درمیان واقع دیہات میں ہے جہاں ساداتِ حجرہ شاہ مقیم جو سادات حویلی بہادر شاہ کہلاتے ہیں جدی اراضی ہیں، سید صاحب یہیں رہا کرتے تھے اور زمینداری اور علمی مشاغل میں معروف رہتے تھے۔ انہوں نے علامہ کے ایما پر انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے کسی اجلاس میں ایک بار اپنی نظم بھی پڑھی تھی۔ ایک رات علامہ کا قیام ان کے ہاں رہا۔ یہاں ان کی خدمت میں ملحقہ گاؤں موضع ڈب کلاں کے زمینداروں کے باغ سے آم بھی تحفتہً پیش کیے گئے جنہیں علامہ نے پسند کیا۔ یہ گاؤں موجودہ سیکرٹری داخلہ حکومتِ پنجاب جناب مہر جیون خان کا ڈب ہے۔

بہت پہلے کی بات ہے ایک بار خواجہ عبدالمجید بٹ ڈائرکٹر تعلیم راولپنڈی ڈویژن جھنگ تشریف لائے اور اس علاقے میں ایک ہائی سکول کے قیام کا مسئلہ زیرِ غور تھا تو میں نے اپنے چچا سید صاحب علی شاہ کے ہاں ان کی دعوت کا اہتمام کیا۔ مجھے یاد ہے کہ اس دعوت میں اس باغ کے آم بھی پیش کیے گئے اور سید صاحب نے کہا تھا کہ اس باغ کے آم ایک بار میں نے یہیں علامہ اقبال کی خدمت میں بھی پیش کیے تھے۔

یہاں یوسف شاہ نے مجھ سے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ جب ولایت سے واپسی پر میں علامہ سے ملنے گیا اور انہیں لیڈز میں لکھی ہوئی اپنی ریسرچ پیش کی تو علامہ نے اس کے مشمولات کو دیکھا پسند کیا

اور کہا کہ اس کا تو ایک تعلق میرے اس مقالے سے بھی بنتا ہے جو میں نے فلسفۂ عجم پر جرمنی میں پیش کیا تھا۔ علامہ کو اس بات کا ہمیشہ افسوس رہا کہ میں ان کی خواہش کے مطابق افغانستان نہ جا سکا۔ انہوں نے کہا کہ میرے ہاں ولایت میں میرے دوست اور ہم درس خواجہ غلام السیدین بھی تشریف لائے تھے جنہوں نے اقبال کے فلسفۂ تعلیم پر انگریزی میں سب سے پہلی کتاب لکھی۔[19]

یوسف شاہ صاحب کی بیٹی محترمہ زاہدہ یوسف نے ایک نشست میں بیان کیا:

"مجھے یاد ہے، ابا جان ہمارے دیوان خانے میں صوفوں کو ایک خاص ترتیب سے رکھنے پر مصر ہوا کرتے تھے۔ ابھی چند برس پہلے کی بات ہے، میں نے جھنگ کے ایک بوڑھے صوفہ ساز کو اپنے صوفوں کی مرمت کے لیے بلوایا۔ وہ صوفوں کو کمرے میں ایک خاص ترتیب سے پڑے دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہا: 'ایک روز میں نے شاہ صاحب کی زندگی میں ان صوفوں کی مرمت کی تھی اور انہوں نے کہا تھا انہیں ویسے ہی فرش پر جما دو جیسے پہلے رکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ علامہ اقبال نے اپنی آمد پر انہیں اسی طرح دیکھا اور استعمال کیا تھا۔ وہ ان پر آلتی پالتی مار کر بیٹھے تھے اور یہیں انہوں نے حقّہ پیا تھا۔'"[20]

بابا طیب، موضع حسو بلیل ضلع جھنگ کے ڈھڈھی خاندان کے فرد ہیں جو انیسویں صدی کے نویں یا دسویں دہاکے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ٹکے لگانا اور لوہار کے کام کو بطور پیشہ اختیار کیا اور طیب لوہار کہلائے۔ آپ بیسویں صدی کے آغاز میں جھنگ مگھیانہ میں آباد ہو گئے۔ پہلی جنگِ عظیم کے زمانے میں وہ بھرپور جوان تھے۔ دیوان احمد الیاس نصیب اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج جھنگ جو ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے آپ کی سب سے چھوٹی اولاد ہیں۔

بابا طیب اَن پڑھ رہے مگر دیوانِ حافظ، مثنوی مولانا روم، پنجاب کے صوفی شعراء کا عارفانہ کلام اور علامہ اقبال کی شاعری کا ایک خاصا حصہ انہیں زبانی یاد ہے جس کی تشریحات وہ ایک مخصوص دانش ورانہ ڈھب میں بکمال جذب اور خوبصورتی کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کے اپنے بقول اس وقت ان کی عمر ۱۱۴ برس ہے۔ کوئی پون صدی پہلے وہ صبح صادق کے وقت ایک روز سائیکل پر سوار ہوئے اور شام ڈھلے جھنگ سے لاہور پہنچ گئے۔ ایک نشست میں انہوں نے کہا:

"میں نے علامہ اقبال کو نہیں دیکھا لیکن جب سے ان کے کلام کی شہرت ہوئی ان کے ذکر سے مجھے ہمیشہ محبت رہی۔ بہت پرانی بات ہے، شاید پچاس برس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے کی بات ہے جھنگ میں سنا گیا کہ وہ تشریف لائے اور اسلامیہ ہائی سکول کے پی۔ ٹی ماسٹر اللہ دتہ کمنگر کے گھر ان کے کسی عزیز کی خیریت پوچھنے کے لیے گئے تھے۔ وہ نیم ٹھنڈا موسم تھا کیونکہ ماسٹر صاحب کے خادم احمد بخش نے ان کے منہ ہاتھ دھونے کو پانی گرم کر کے دیا تھا۔ ماسٹر اللہ دتہ چنیوٹ کے رہائشی تھے اور کسی زمانے میں لاہور میں بھی ملازم رہ چکے تھے۔ احمد بخش ابھی زندہ ہے۔ جب علامہ کی آمد کا پتہ مجھے چلا تو وہ جھنگ سے جا چکے تھے۔ بعد کے زمانے کی بات ہے کہ ایک بار میں علاقے کے مشہور زمیندار میاں احمد جھنجیانہ کے ہمراہ جو صاحبِ ذوق بزرگ تھے اور میاں فیض محمد جھنجیانہ سابق رکن پنجاب اسمبلی کے والد تھے، شہر کی مشہور شخصیت اور بیرسٹر میاں یوسف شاہ قریشی کی کوٹھی میں گیا جو ضلع کچہری کے پاس ہے، یہاں میرے سامنے میاں احمد جھنجیانہ نے میاں یوسف شاہ سے پوچھا: "میاں صاحب! اقبال آپ کے پاس آئے تو کہاں تشریف فرما ہوئے؟"
انہوں نے کہا: "یہ صوفے میں نے اسی ترتیب سے رکھے ہوئے ہیں جیسے علامہ نے دیکھے، استعمال کیے۔ وہ ان پر آلتی پالتی مار کر بیٹھے اور حقہ پیا۔"

میں نے جذباتی ہو کر کہا: "شاہ صاحب! وہ کرسی مجھے بھی دکھاؤ جس پر علامہ اقبال بیٹھے اور انہوں نے حقہ پیا۔"

قاضی احمد بخش کی عمر ساٹھ برس سے کچھ زیادہ ہے۔ ۳۶-۱۹۳۵ء میں وہ بارہ تیرہ برس کے تھے اور جھنگ میں چوہدری اللہ دتہ پی۔ ٹی۔ آئی اسلامیہ ہائی سکول جھنگ کے ہاں کام کرتے تھے۔ قاضی احمد بخش انہی کے ساتھ رہتے، گھریلو کام بھی کر دیتے اور پڑھتے بھی تھے۔ اللہ دتہ چنیوٹ کے محلہ کمانگراں کے باشندے تھے اور بچوں کے بغیر جھنگ مگھیانہ میں شیخ غلام نبی کے مکان میں کرایہ دار

تھے جو شیخ محمد یوسف ایم پی اے کے والد تھے۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ:

"ایک روز اللہ دتہ صاحب کے بھائی چوہدری محمد حسن لاہور سے کسی کام کو آئے وہ لاہور میں انسپکٹر ورنیکلر ایجوکیشن تھے۔ وہ یہاں بیمار ہو گئے۔ اُس زمانے جھنگ سے لاہور کا سفر آسان نہ تھا۔ لاہور میں وہ ڈیوس روڈ پر رہتے تھے ایک روز ایک مونچھوں والے خوبصورت سرخ و سفید آدمی شلوار قمیض اور ترکی ٹوپی جس کا پھندنا کالا تھا سیاہ تسمے والے جوتے پاؤں میں ڈالے چوہدری اللہ دتہ کے ہاں تانگہ پر تشریف لائے۔ موسم کے لحاظ سے شروع کی ٹھنڈک کے دن تھے۔ اُن کی موجودگی میں جھنگ کے معروف ڈاکٹر دیوراج چوہدری محمد حسین کو دیکھنے بھی آئے تھے۔ مہمان نے ہاتھ منہ دھویا تو میں نے انہیں تولیہ پیش کیا انہوں نے میرے کاندھے پر تھپکی دی اور کہا جیتے رہو بیٹا پھر بیٹھک میں اسلامیہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر خواجہ کمال دین بھی آ گئے جو امرتسر کے باشندے تھے۔ مہمان ان سے بہت محبت سے ملے اور باتیں کرتے رہے پھر کہیں چلے گئے۔ میں نے اللہ دتہ سے سنا کہ ہمارے گھر علامہ اقبال آئے تھے"[۹]

ملک اللہ دتہ جھنگ گھیانہ کے قدیم باشندے ہیں۔ ۱۹۱۹ میں یہیں پیدا ہوئے اور صرف چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد پڑھائی ترک کر کے اپنے والد کی ساتھ مٹھائی کی دکان پر بیٹھنے لگے۔ ان کے والد ۱۸۹۰ء کی پیدائش تھے، انہوں نے نویں جماعت تک تعلیم پائی تھی۔ علامہ اقبال اور ان کے کلام سے انہیں یک گونہ محبت تھی اپنے بیٹے ملک اللہ دتہ کو جو خوش آواز بھی تھے، انہوں نے بعض غزلیات اور شکوہ کے بعض حصے حفظ کرائے جنہیں ملک اللہ دتہ مجالس میں بہت خوش الحانی سے سنایا کرتے تھے۔ ملک اللہ دتہ کہتے ہیں:

"ہمارا آبائی مکان شیخ غلام نبی کے مکان کے سامنے تھا۔ میری عمر اس وقت سترہ یا اٹھارہ برس کی تھی۔ سردیوں کا آغاز تھا، جب ہمارا ہمسایہ ولی محمد بھٹی آیا اور اُس نے میرے والد سے کہا، سامنے ماسٹر اللہ دتہ کی بیٹھک میں ڈاکٹر اقبال آئے ہوئے ہیں۔ چلو ان سے ملنا چاہیے۔ میرے والد بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے مجھے ساتھ لیا اور ہم شیخ غلام نبی کی بیٹھک میں ان کے کرایہ دار ماسٹر اللہ دتہ کے ہاں پہنچ گئے۔ یہاں دو چار اور آدمی بھی موجود تھے

ڈاکٹر اقبال نے بچپن سے اوپر کی عمر کے گورے چٹے باوقار آدمی دکھائی دیتے لوگ ان سے باتیں کر رہے تھے کبھی کبھی ڈاکٹر صاحب بھی ان کے جواب بھی کچھ نہ کچھ کہتے مگر مجھے کچھ یاد نہیں کہ وہ کیا باتیں تھیں تاہم وہ پنجابی کے لاہوری لہجے میں بولتے تھے۔ پھر ہم دونوں باپ بیٹا واپس آ گئے شاید یہ واقعہ کوئٹہ کے زلزلے کے بعد کا ہے۔[۲۰]

بٹالہ ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب کے مشہور ہمدانی سادات کی ایک شاخ ستر اسی برس سے جھنگ میں آباد ہے۔ سید احمد حسن شاہ ہمدانی مرحوم اس شہر کے بلند بالا خوبصورت اور وجیہہ زمیندار تھے۔ سید سعید حسن ہمدانی اُن کے بھتیجے اور داماد ہیں اور جھنگ کے نہایت درجہ متواضع، خلیق اور باوقار شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ زمینداری ان کا شغل ہے۔ گورنمنٹ کالج جھنگ میں پروفیسر کرامت کے شاگرد ہونے کا شرف انہیں حاصل رہا ہے۔

۱۹۳۶ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ان کا کہنا ہے:

"اسی برس ۱۹۳۶ء یا اگلے برس جب سردی کا ابھی آغاز تھا میں نے سنا کہ ہمارے ساتھ والی کوٹھی میں کوئی تقریب ہے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ یہ کوٹھی ہمارے علاقے کے ذیلدار، اعزازی مجسٹریٹ اور اپنے دسترخوان کی وسعتوں کے لیے مشہور شخصیت مرحوم سجادہ نشین خان صاحب فقیر محمد رشید کی تھی۔ علامہ اقبال بیرسٹر میاں یوسف شاہ قریشی کے ہاں تشریف لائے ہیں اور آج شب ان کی دعوت فقیر محمد رشید کے ہاں ہے۔ سائبان تلے صوفے پر میں نے علامہ کو بیٹھے دیکھا۔ مجھے ڈھیلے ڈھالے سے لگے۔ اپنی ہتھیلی سے انہوں نے اپنے رخسار کو تھاما ہوا تھا۔ بعض لوگ اٹھ اٹھ کر کچھ سناتے تو میں نے دیکھا کہ علامہ کبھی کبھی بہت خوب، بہت اچھا کہہ دیتے تھے۔ بہت سے شہری سائبان کے نیچے جمع تھے۔ میں نے لوگوں میں سے کسی کسی کی یہ آواز سنی کہ ہمارے شہر میں قلندر آیا بیٹھا ہے۔ یہ اللہ والا ہے، بہت پہنچا ہوا سائیں لوک ہے۔"[۲۱]

۵

یہ ساری روایات جھنگ میں اقبال کی ۳۴-۱۹۳۶ء کے لگ بھگ آمد کی شہادتیں ہیں اور اس علاقے میں علامہ اقبال سے محبت کے خوبصورت اظہارات ہیں۔ افسوس کہ میاں یوسف کے لیے امیر افغانستان کے نام لکھی گئی اقبال کی تعارفی چٹھی کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ سحر صحرائی کے نام لکھے گئے اقبال کے ۲۲ خطوط بھی جانے کہاں گم ہو کر رہ گئے ہیں تاہم لوگ آج بھی اقبال کو یاد کرتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ البتہ حیرت اس بات پر ہے کہ اقبال کی کسی سوانح عمری میں ان کے جھنگ آنے کی شہادت نہیں ملتی۔ استفسار کے جواب میں جسٹس جاوید اقبال نے لکھا:

> "میرے حافظے میں علامہ اقبال کے کبھی جھنگ کے لیے کوئی سفر اختیار کرنے کی یادداشت نہیں ہے۔ نہ ہی کبھی گھر میں اس کا کوئی ذکر ہوا اور کبھی کسی بزرگ سے اس سلسلہ میں کوئی بات ہوئی"[22]

علامہ کے ذاتی خدمت گار علی بخش کو بھی اس سلسلے میں کچھ پتہ نہیں۔ جھنگ کے ایک سابق ڈپٹی کمشنر قدرت اللہ شہاب مرحوم ۱۹۵۱ء میں ایک بار علی بخش کو لاہور سے کار پر جھنگ لائے۔ دورانِ راہ کی باتوں کو انھوں نے اپنی خود نوشت میں یوں محفوظ کیا۔

> "وہ میرے ساتھ ایک آدھ روز کے لیے جھنگ چلنے پر آمادہ ہو رہا ہے جب وہ میرے ساتھ کار میں بیٹھ جاتا ہے تو غالباً اس کے دل میں سب سے بڑا وہم یہ ہے کہ شاید اب میں بھی بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح علامہ اقبال کی باتیں پوچھ پوچھ کر اس کا سر کھپاؤں گا لیکن میں نے عزم کر رکھا ہے کہ میں خود علی بخش سے حضرت علامہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اگر واقعی وہ علی بخش کی زندگی کا ایک جزو ہیں تو یہ جوہر خود بخود عشق اور مشک کی طرح ظاہر ہو کر رہے گا۔ چنانچہ علی بخش خود علامہ کی باتیں شروع کر دیتا ہے، اب علی بخش کا ذہن بڑی تیزی سے اپنے مرکز کے گرد گھوم رہا ہے اور وہ بڑی تیزی سے ڈاکٹر صاحب کی باتیں سناتا جا رہا ہے"[23]

بہت ساری باتیں لاہور سے جھنگ تک آتے آتے دورانِ راہ علامہ اقبال کے

بارے میں علی بخش اور شہاب صاحب کے درمیان ہوئیں۔ تاہم علی بخش نے علامہ اقبال کے جھنگ آنے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

(۶)

ہم نے وہ تمام واقعات، روایات اور شہادتیں جو اہالیانِ جھنگ سے مختلف نشستوں، گفتگوؤں یا مکاتیب کی صورت میں تھیں جمع کر دی ہیں ممکن ہے اس بات کا تعین ان کے حوالے سے اب بھی نہ کیا جا سکے کہ اقبال کب جھنگ تشریف لائے۔ ۱۹۲۲ء میں یا ۱۹۲۴ء میں یا ۱۹۳۰ء یا ۱۹۳۶ء میں یا خدا جانے کب وہ جھنگ تشریف لائے۔ لیکن یہ تمام واقعات اس بات کی تصدیق ضرور کرتے ہیں کہ اس شہر اور خطے کے لوگوں کو ان سے ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی بے حد محبت اور عقیدت رہی۔ اس کا ایک ثبوت وہ واقعہ ہے جو عین اس روز پیش آیا جس روز لاہور میں آپ کا وصال ہوا۔ ڈاکٹر وزیر آغا نے یہ شہادت بھی نہایت درجہ خوبصورتی کے ساتھ اپنی سوانحی یادداشتوں میں محفوظ کر لی ہے۔ انہوں نے لکھا:

"میرے والد نے مجھے گورنمنٹ کالج جھنگ میں داخل کرایا۔ کالج کے پرنسپل ایک سردار صاحب تھے۔ نام ان کا پریم سنگھ تھا۔ اسم بامسمیٰ تھے۔ کھلی ڈلی طبیعت کے مالک۔ منافقت سے کوسوں دور، وہ ہمہ وقت مسکراتے رہتے۔ کالج کے چند دادر مسلمان اساتذہ کے درمیان ان کی حیثیت ایک پل کی سی تھی۔ مسلمان طلباء کی تعداد کم تھی مگر وہ گتھے ہوئے تھے۔ ہمارے ایک پروفیسر خواجہ معراج دین تھے جو ہمیں فارسی پڑھاتے تھے۔ نہایت وجیہہ، باوقار اور لائق فائق اس قدر کہ ہم نے انہیں اپنا لیڈر تصور کر لیا تھا۔ ہر معاملے میں کالج کے مسلمان طلباء کے مفادات کا تحفظ کرتے اور بعض اوقات تو پرنسپل تک سے اُلجھ پڑتے ان کی دلیری اور اعتماد سے ہم مسلمان طلباء اس قدر متاثر تھے کہ وہ جدھر سے گزرتے، ہم فرشِ راہ ہوتے چلے جاتے۔ انہی دنوں علامہ اقبال کی وفات کی روح فرسا خبر نے ہمیں جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ پرنسپل صاحب نے خبر سنتے ہی شاف روم میں کالج کے اساتذہ اور چند طلباء کو جمع کیا اور پھر علامہ اقبال کے بارے میں ایک بھرپور تقریر کر ڈالی۔ انہوں نے علامہ اقبال کی شاعرانہ عظمت کا

اعتراف کیا مگر ساتھ ہی کہا کہ اگر علامہ اولین ڈگر پر قائم رہ کر ہندوستان کی عظمت کے گن گاتے تو آج ان کا وہی مرتبہ ہوتا جو رابندر ناتھ ٹیگور کا تھا۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو خواجہ معراج دین کا چہرہ سُرخ ہو گیا مگر انہوں نے اپنے ہونٹوں کو مقفل رکھا۔ چونکہ ہم مسلمان طلبا خواجہ صاحب کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور سُرخی سفیدی سے اپنے ردِ عمل مرتب کرنے کے عادی تھے۔ اس لیے ہمارے چہروں پر بھی دکھ کے آثار نظر آنے لگے۔ پرنسپل صاحب کو بھی شاید اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ موقع ایسی باتیں کرنے کا نہیں تھا اس لیے وہ سنبھل کر اقبال کی شاعری کے اوصاف گنگنانے لگے اور مطلع صاف ہو گیا۔[۵۶]

جھنگ اور اقبال کے حوالے سے ان بہت ساری یادوں کی حفاظت اور فکری رشتوں کے انکشاف کے ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی محفوظ ہونی چاہیے کہ آج تک جھنگ میں علامہ اقبال کے فکر و فن پر کیا کچھ تحریر ہوا۔ اس سلسلے میں بعض مقالات اور کتب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں تاہم ایک علمی کام اس باب میں تاریخی نوعیت کا ہے۔ میاں غلام اللہ تھہیم ڈسٹرکٹ بورڈ جھنگ کے پرانے ملازم تھے۔ تحریک پاکستان کے زمانے میں سرکاری ملازمت کے باوجود مسلم لیگ کے سرگرم کارکن رہے۔ انہوں نے ایک مصاحبت میں مجھ سے بیان کیا اور رشید افضل جعفری صاحب نے اس بات کی تصدیق فرمائی کہ جس برس طوسی صاحب کی مرتب کردہ انگریزی کتاب شائع ہوئی میاں صاحب نے شب بھر میں اس کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا اور جھنگ مسلم لیگ کی وساطت سے پنجاب مسلم لیگ لاہور آفس کو اس کا مسودہ بھجوا دیا۔ چند ہی دنوں میں قائداعظم کے نام اقبال کے ان خطوط کو مسلم لیگ کے مرکزی دفتر لاہور کی طرف سے ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کر کے مسلم عوام کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ ان کے پاس اس ترجمے کی کوئی شائع شدہ کاپی موجود نہیں تاہم انہیں یقین ہے کہ پنجاب مسلم لیگ لاہور کے قدیم ریکارڈ میں اس کی کوئی نہ کوئی آج بھی میسر آ سکتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اقبال کے ان خطوط کے بہت سے تراجم بعد میں دکن، دلی اور لاہور سے شائع ہوتے رہے لیکن ان کے جھنگ میں فکر اقبال پر تین زبانوں میں علمی کام ہوا ہے تفصیل یہ ہے:

عبدالغفور راٹھور — پنجابی ترجمہ ارمغانِ حجاز، اسرارِ خودی، جاوید نامہ
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۷۶ء

ڈاکٹر رفیق افضل — گفتارِ اقبال
ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب۔ لاہور ۱۹۶۹ء

پروفیسر سمیع اللہ قریشی
افکارِ اقبال
سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۷۷ء

پروفیسر شمیم حیات سیال — اقبال بڑا اُپدیشک ہے
آئینہ ادب لاہور۔ ۱۹۷۷ء

پروفیسر محمد حیات خان سیال — تجلیاتِ اقبال
نذر سنز لاہور۔ ۱۹۷۷ء
اقبال غیر مسلموں کی نظر میں
مکتبہ شاہکار ۱۹۷۷ء

ممتاز رضا سیال — اقبال شناسی

پروفیسر جہانگیر عالم — اقبال کے خطوط قائداعظم کے نام (مقدمہ ترجمہ حواشی)
کاشف پبلشرز جھنگ ۱۹۸۳ء

عبدالسلام خان — Iqbal's Psychology of Religion
جامعہ پنجاب ایم اے کا مقالہ، شعبہ فلسفہ

مجلہ:

کارواں (اقبال نمبر) — گورنمنٹ کالج جھنگ کا ادبی مجلہ ۱۹۷۷ء

مقالات:

پروفیسر ابوبکر صدیقی	علامہ اقبال کا معاشی تصور	فنون لاہور ۱۹۷۷ء
پروفیسر ڈاکٹر اسلم ضیا	اقبال کی نظموں کا صوتی آہنگ	افکار کراچی ۱۹۷۷ء
	اقبال کے اردو کلام کا عروضی تجزیہ	صحیفہ جون ۱۹۷۹ء
	اقبال کا نظامِ قوافی	زیر طبع

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

	اقبال کی ابتدائی غزل گوئی	زیر طبع
پروفیسر محمد جہانگیر عالم	علامہ اقبال اور مسلم لیگ کی تنظیم	قومی زبان کراچی ۱۹۸۱ء
	اقبال کے خطوط جناح کے نام (اشاعت کی کہانی)	اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۹ء
	قائد اعظم کے نام علامہ اقبال کے خطوط۔ مجلہ اقبال بزم اقبال لاہور	
	اقبال اور پاکستان	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (بی اے نصاب کا حصہ)
	خطبۂ الٰہ آباد	اظہار کراچی
پروفیسر نور احمد ثاقب	پنجاب زبان و ثقافت اور اقبال	نقوش شمارہ ۱۲۴ ۱۹۷۹ء
پروفیسر محمد حیات خان سیال	اقبال تے عشق رسول ﷺ	افکار ۱۹۷۸ء
عبد الغفور اظہر	علامہ اقبال تے حضرت باہو دے فکر دی سانجھ	
	لعلاں دی پنڈ مرتبہ اقبال صلاح الدین ۱۹۷۳ء	
رئیس عباس زیدی	اقبال اور ابلیس	کارواں ۱۹۷۷ء
پروفیسر سمیع اللہ قریشی	علم الاقتصاد (بعض حصوں کا پنجابی ترجمہ)	
	ورنگارہ لاہور ۱۹۷۷ء کی مختلف اشاعتیں۔	
	خطباتِ اقبال کا پس منظر	
	اقبال کی عبادت اور دعا کا مفہوم	
	اقبال کے ہاں مثالی شخصیت کے تکمیلی مراحل	
	کلام اقبال میں شہادتِ حسینؑ کا مفہوم	
	اقبال اور استعمار	
	وجودیت اور اقبال	
	اقبال اور مسئلہ آبادی	

یہ مقالات صحیفہ، مجلہ اقبال اور اقبال ریویو کی مختلف اشاعتوں میں شامل ہوئے۔

حواشی

۱۔ کلیاتِ اقبال (اردو) ص ۲۵۸-۲۵۷

۲۔ مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد ص ۵۵ شائع شدہ کراچی

۳۔ ایضاً

۴۔ اقبال نامہ حصہ دوم۔ ص ۱۸۲ ۵۔ مظلوم اقبال۔ ص ۴۰۳ خط ۵۹

۶۔ مکتوب شیخ اعجاز احمد بنام صاحب مقالہ محررہ ۲۷، اگست ۱۹۸۶ء

۷۔ مکتوب شیخ عبدالمجید مرحوم بنام صاحب مقالہ محررہ ۲۱، اگست ۱۹۸۶ء

۸۔ مظلوم اقبال خط ص ۳۵۰

۹۔ مکتوب شیر افضل جعفری بنام مقالہ نگار۔ ۲۲، اگست ۱۹۸۶ء

۱۰۔ مکتوب جناب کسریٰ منہاس بنام مقالہ نگار۔ ۲۴، جنوری ۱۹۸۷ء

۱۱۔ مکتوب مہر سلطان محمود گھیانہ بنام مقالہ نگار۔ محررہ یکم اپریل ۱۹۸۷ء

۱۲۔ مکتوب مہر ممتاز حسین بھروانہ بنام مقالہ نگار محررہ ۱۰، اپریل ۱۹۸۷ء

۱۳۔ مظلوم اقبال۔ ص ۱۴۷

۱۴۔ تاریخ جھنگ، بلال زبیری۔ ص ۴۹۳

۱۵۔ مکتوب شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ بنام مقالہ نگار محررہ ۱۲، اگست ۱۹۸۶ء

۱۶۔ سید اعجاز شاہ کے ساتھ ایک نشست مارچ ۱۹۸۸ء

۱۷۔ سید اعجاز حسین شاہ محترمہ زاہدہ یوسف کے ساتھ نشست مارچ ۱۹۸۸ء

۱۸۔ بابا طیب لوہار کے ساتھ ایک نشست۔ جولائی ۱۹۸۷ء

۱۹۔ قاضی احمد بخش کے ساتھ ایک نشست جولائی ۱۹۸۷ء

۲۰۔ ملک اللہ دتہ کے ساتھ ایک نشست۔ جولائی ۱۹۸۷ء

۲۱۔ سید سعید حسن ہمدانی کے ساتھ ایک نشست۔ اگست ۱۹۸۷ء

۲۲۔ جسٹس جاوید اقبال کا خط مقالہ نگار کے نام محررہ ۲۶ مارچ ۱۹۸۸ء

۲۳۔ شہاب نامہ۔ ص ۴۹۰ سنگِ میل پبلشرز لاہور

۲۴۔ شام کی منڈیر سے، وزیر آغا۔ مطبوعہ ۱۹۸۷ء

۲۵۔ میاں غلام اللہ تھیم (جھنگ صدر) کے ساتھ ایک نشست۔ جولائی ۱۹۸۷ء

310

AL-TAWḤĪD

A Quarterly Journal of Islamic Thought and Culture

A quarterly journal published by Sāzmān-e Tablīghāt-e Islāmī, Tehran, Islamic Republic of Iran. Contains articles on Qur'ānic studies, ḥadīth (tradition), Islamic philosophy and 'irfān (mysticism), fiqh and uṣūl (law and jurisprudence), Islamic history, economics, sociology, political science, comparative religion, etc., and reviews on books on related topics. Launched in 1983, the journal is in the third year of publication.

Scholars from all over the world are invited to contribute to the journal.

All contributions and editorial correspondence should be sent to:

The Editor, Al-Tawḥīd (English), P. O.Box 14155-4843, Tehran, Islamic Republic of Iran.

Distributed by:

Orient Distribution Services
P.O.Box 719, London SE26 6PS, England

Subscription Rates (inclusive of postage):

	Per copy	Annual Subscription
Institutions & Libraries	£ 3. 75	£ 15.00
Individuals	£ 2. 50	£ 10.00
Back copies	£ 4. 00	

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006